دینی مدارس۔۔۔۔۔۔۔۔۔اصلاح احوال!

محمد یٰسین ظفر
سیکرٹری جنرل وفاق المدارس السلفیہ پاکستان

وفاق المدارس السّلفیہ اہل حدیث مکتبہ فکر کے مدارس اور جامعات کا امتحانی بورڈ ہے۔جس کی ابتداء 1978 میں ہوئی۔آغاز میں صرف آخری امتحان ''الشہادۃ العالمیۃ'' لیا جاتا تھا۔بنیادی مقصد مدارس کو ایک لڑی میں پرونا اوران میں وحدت قائم کرنا تھا۔تاکہ وہ ایک نظام اور نصاب کے تحت کام کریں۔وقت گزرنے کے ساتھ مدارس میں وفاق المدارس کی افادیت اور اہمیت محسوس کی جانے لگی۔خصوصاً جب حکومت پاکستان نے ''الشہادۃ العالمیہ'' کی سند کو ایم۔اے عربی اور اسلامیات کے مساوی قرار دے دیا۔تو اس کی اہمیت دو چند ہوگئی۔

ہرچند کی وفاق المدارس السّلفیہ کا آٹھ سالہ نصاب مدارس میں باقاعدہ پڑھایا جارہا تھا۔مگر وفاق پہلے تین مراحل ثانویہ عامہ، ثانویہ خاصہ اور عالیہ کا امتحان نہیں لیتا تھا۔مگر نظام اور قانون اس بات کا متقاضی تھا کہ عالیہ کی سند سے قبل ابتدائی اسناد کے امتحانات ضرور ہوں۔تاکہ عالمیہ کے حامل طالب علم کے پاس نچلے درجے کی اسناد موجود ہوں۔اور یہ تسلسل ثابت ہو کہ اس نے باقاعدہ ثانویہ عامہ، خاصہ، عالیہ اور عالمیہ پاس کیا۔لہذا اس بنیاد پر وفاق نے نچلے درجے کے امتحانات کا اہتمام کیا۔اگرچہ ابتداء میں کچھ مشکلات آئیں۔مگر بہت جلد مدارس نے اس نظام کو قبول کرلیا۔اب وفاق سے ملحق تمام مدارس (بنین اور بنات) یہ امتحانات دلوارہے ہیں۔اور وفاق المدارس سے فارغ طالب علم مکمل اسناد کا حامل ہوتا ہے۔جس کی وجہ سے اسے اب ملازمت کا حصول ہو یا مزید اعلیٰ تعلیم۔کوئی دشواری نہیں ہوتی۔اور ہائر ایجوکیشن بھی آسانی سے اسے ایم اے عربی واسلامیات کے مساوی سرٹیفکیٹ جاری کردیتا ہے۔

دنیا کا کون سا نظام ایسا ہے۔جس میں بہتری کی گنجائش نہ ہو۔مدارس کا نظام بھی اس میں شامل ہے۔اس کی بہتری کے لیے غور وفکر کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔اور دنیا میں موجود دیگر تعلیمی اداروں کے ساتھ

تقابلی جائزہ لیا جاتا ہے۔ مدارس کے اہداف کو مزید اعلی اور ارفع بنانے اور اس کے دائرہ عمل میں وسعت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ بہتر نتائج سامنے آئیں۔ اس ضمن میں مدارس کو ہنگامی بنیادوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

نصاب کی تدریس بلاشبہ اہم ترین کام ہے۔ اس کی تکمیل کے لیے نصاب کو تعلیمی مدت پر برابر تقسیم کر دیا جائے۔ سہ ماہی یا ششماہی۔ تاکہ جائزہ لینا آسان ہو کہ کتنا نصاب مکمل ہو گیا ہے۔ اور باقی کتنا ہے۔

لیکن نصاب کی تدریس سے بھی اہم کام اساتذہ کرام کی تربیت ہے۔ اس بات کا جائزہ لینا مدارس کے حل وعقد کا کام ہے۔ کہ وہ دیکھیں کہ جس اساتذہ کو انہوں نے تدریس کے لیے منتخب کیا ہے۔ کیا وہ تدریس کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور کیا ان میں اتنی لیاقت ہے کہ کتاب کی تفہیم کرا سکیں۔ اس کے باوجود انہیں فنی اور اخلاقی تربیت کی ضرورت ہے۔ فنی اس اعتبار سے کہ اسے مضمون کے بارے میں صحیح معلومات فراہم کی جائیں۔ اور اس کی تدریس کا صحیح انداز اور اسلوب جان سکے۔ طلبہ کی نفسیات سے اگاہی رکھتے ہوں۔ اور ایک پرکشش ماحول میں وہ تدریسی عمل جاری رکھیں۔ اخلاقی اعتبار سے وہ طلبہ کے لیے قابل قبول ہوں۔ شفقت، محبت اور خوش اخلاقی کا مظاہرہ کریں۔ طلبہ یہ بات محسوس کریں۔ کہ استاد ہمارے خیر خواہ اور ہمدرد ہیں۔ ہمیں کچھ دینا چاہتا ہیں۔ استاد اپنی گفتگو سے طلبہ کو متاثر کریں۔

تربیت کا مقصد فکری جمود کو ختم کر کے وسعت نظر پیدا کرنا ہے۔ وہ طلبہ میں بھی یہی خوبی پیدا کرے۔ علمی رسوخ حاصل کرے۔ اور عصری چیلنجز کا سامنا خندہ پیشانی سے کر سکے۔ پریشان ہونے کی بجائے ان کو حل کرنے پر آمادہ نظر آئے۔ تربیت ہی سے خودداری پیدا ہوتی ہے۔ دوسروں پر انحصار کرنے کی بجائے خود کفالت کا جذبہ اجاگر ہوتا ہے۔ اساتذہ کرام کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ دوران تدریس جدت پسندی کی آڑ میں ابھرنے والے فتنوں کی نہ صرف نشاندہی کریں۔ بلکہ اس کا موثر جواب دینے کی صلاحیت پیدا کریں۔

دینی مدارس کے حل وعقد اور گرامی قدر اساتذہ اس بات سے بخوبی اگاہ ہیں۔ کہ آجکل طلبہ میں دینی علوم سے بے رغبتی پائی جاتی ہے۔ ان کی ترجیحات بدل گئی ہیں۔ اس کے اسباب وعلل بھی واضح ہیں۔ لہذا اس کا

علاج بھی از حد ضروری ہے۔ان تمام وجوہات کا باریک بینی سے جائزہ لیا جائے۔دینی مدارس کے نصاب، نظام اور اہداف پر از سر نو غور و فکر کیا جائے۔طلبہ کی توجہ حاصل کرنے کے لیے ہمیں اپنے نظام کو پرکشش بنانے اور نصاب میں دلچسپی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

اہل مدارس کو روایات سے ہٹ کر فیصلے کرنا ہونگے۔اب وقت آ گیا ہے کہ ہم زمینی حقائق کا ادراک کریں۔ضروری نہیں کہ سابقہ غلطیوں کو دہرائیں۔اصلاح احوال کے لیے بہتر نظام کو قبول کرنے میں دیر نہ کریں۔دینی مدارس کے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ یہ صدیوں پرانا نصاب پڑھاتے ہیں۔جس کی اب ضرورت نہیں رہی۔اور جدید عصری علوم کی تدریس کو اچھا نہیں سمجھتے۔حالانکہ یہ حقائق کے منافی بات ہے۔ مگر افسوس کہ ہم اس تاثر کو عملی طور پر دور نہ کر سکے۔

اگرچہ مدارس دینی علوم کی تدریس کے لیے وجود میں آئے۔دینی علوم کا ماخذ تو قرآن وسنت ہیں۔صدیاں گزرنے کے باوجود قرآن وسنت کی اہمیت، ضرورت تو بالکل اسی طرح سے ہے۔جس وقت یہ نازل ہوا تھا۔قرآن وسنت کو سمجھنے کے لیے معاون علوم موجود ہیں۔بلاشبہ وقت گزرنے کے ساتھ اس میں تبدیلیاں آتیں رہی ہیں۔دینی مدارس کا نصاب کبھی جمود کا شکار نہیں ہوا۔ضرورت کے مطابق اس کے نصاب میں رد و بدل کیا جاتا رہا ہے۔اور یہ عمل آج بھی جاری ہے۔ بنیادی طور پر مدارس کا کام اسلامی سکالر اور علماء تیار کرنا ہے۔جن کی بنیاد اسلامی تعلیم ہی ہے۔لیکن عصری علوم کی تدریس سے کبھی انکار نہیں کیا۔اکثر دینی مدارس میں حالات حاضرہ، اقتصادیات، سیاسیات، تقابلی ادیان، ایسے مضامین پڑھائیں جاتے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم باضابطہ ان ان مضامین کو نصاب کا حصہ بنائیں۔وفاق المدارس نے ان مضامین میں اختیار کا حق دیا ہے۔اگر ہم طلبہ کے لیے یہ مضامین لازمی قرار دے دیں۔تو اس کے نتائج بہت بہتر آئیں گے۔

مدارس کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے ایک مستحکم نظام کی ضرورت ہے۔وفاق المدارس السلفیہ نے مدارس کی سہولت کے لیے نصاب کو چار مراحل میں تقسیم کیا ہے۔۔تا کہ مدارس اپنی حیثیت اور وسائل میں

رہتے ہوئے مرحلہ وار تعلیم کا اہتمام کریں۔ مثلاً اگر کسی مدرسہ کے پاس جگہ اور وسائل کی کمی ہے تو وہ صرف ابتدائی مرحلہ یعنی ثانویہ عامہ کی کلاس رکھے۔ اگر جگہ تو میسر ہے مگر اساتذہ نہیں تب بھی اسے باقی مراحل کی تعلیم شروع نہیں کرنی چاہیے۔ اور اگر کسی مدرسے کے پاس جگہ اور اساتذہ موجود ہیں۔ تو تمام مراحل کی تعلیم کا اہتمام کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اکثر مشاہدہ میں یہ بات آئی ہے کہ ابتدائی کلاس میں چند طلبہ ہیں۔ درمیانی مرحلے میں کوئی طالب علم نہیں۔ جب کہ بخاری شریف میں دو چار طالب علم موجود ہیں۔ تاکہ سال کے آخر میں تقریب اختتام بخاری شریف کا اہتمام ہو سکے۔ اس سے تعلیمی معیار بھی نہیں رہتا۔ اور وسائل بھی ضائع ہوتے ہیں۔

اب یہ رویہ بدلنا ہوگا۔ حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے مدارس کی درجہ بندی کرنا ہوگی۔ اس کے بغیر اچھی تعلیم و تربیت کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔ ہمیں ہٹ دھرمی اور ضد کی بجائے کھولے دل سے درجہ اول، دوم، سوم اور چہارم میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لینا چاہیے۔ اس میں ہتک محسوس نہ کریں۔ بلکہ طلبہ کے بہتر مستقبل کی خاطر یہ قربانی دینی چاہیے۔ ابتدائی مراحل کے بعد طلبہ کو بڑے مدارس میں منتقل کر دینا چاہیے۔ بڑے تعلیمی اداروں کا ماحول طلبہ کو متاثر کرتا ہے۔ کھلی کشادہ عمارتیں طلبہ میں وسعت نظر پیدا کرتی ہیں۔ جب کہ تنگ تاریک کمرے طلبہ میں تنگ نظری کا سبب بنتے ہیں۔

آئیے ہم سب مل کر ایک نئے دور کا آغاز کرتے ہیں۔ ایک روشن اور امید افزا مستقبل کی جانب قدم بڑھائیں۔ ایسے علماء تیار کریں جو معاشرہ کے لیے باعث رحمت ہوں۔ جو امن و سلامتی کو فروغ دیں۔ جو علم کے چراغ روشن کریں۔ دینی مدارس ہی میں وہ قوت اور صلاحیت ہے۔ جو معاشرے میں تبدیلی لا سکیں۔ لوگ ان سے امیدیں وابستہ کیے ہوئے ہیں۔ تعلیم و تدریس اور تعلیم و تعلم میں مشغول درویش دنیا سے بے نیاز ہو کر حقیقی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ روشن صبح بہت جلد طلوع ہوگی۔ ان شاء اللہ۔

☆……☆……☆……☆